تار کا پتہ: ڈیلی الفضل لاہور بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٹیلیفون نمبر ۲۹۱۹

مسعود احمد پرنٹر و پبلشر نے ... میکلوڈ روڈ لاہور سے شائع کیا

جلد ۴۳/۸ ۔ ۲۱ وفا ۱۳۳۳ ہش ۔ ۱۹ ذی القعدہ ۱۳۷۳ھ ۔ ۲۱ جولائی ۱۹۵۴ء ۔ نمبر ۱۰۷

مجلس دستور ساز نے کراچی کو ہی وفاقی دار الحکومت بنانے کی منظوری دے دی

ہنگامی حالت میں کوئی دوسرا مقام دار الحکومت کے لئے تجویز کیا جا سکے گا۔ (بردھی)

کراچی ۲۰ جولائی۔ آج مجلس دستور ساز نے نئے آئین کے تحت کراچی کو ہی وفاقی دار الحکومت بنانے کی منظوری دیدی آج جب آئین کا کام دوبارہ شروع ہوا تو ڈیڑھ گھنٹہ کی بحث کے بعد ایوان نے کراچی کو دار الحکومت بنانے کے متعلق بنیادی اصولوں کی سفارش منظور کر لی کئی ممبروں نے کراچی کو دار الحکومت بنانے کی حمایت کی لیکن بعض نے یہ بھی کہا کہ اسے آئین میں شامل کرنا دانشمندی نہیں ہے۔ بعض ممبروں نے کراچی کو دار الحکومت بنانے کی مخالفت کی۔ ان میں مسٹر گزدر اور مس بیگم جہاں آرا شاہنواز صاحب بھی شامل ہیں۔ مسٹر گزدر نے کہا کہ کراچی فوجی نقطہ نگاہ سے کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے شیخ صادق حسن نے اس دلیل کا جواب دیتے ہوئے کہا کہ موجودہ ایٹمی دور میں کسی مقام کو بھی محفوظ مقام قرار نہیں دیا جا سکتا وزیر قانون مسٹر اے کے بروہی نے بحث ختم کرتے ہوئے کہا کہ مجھے امید ہے کہ مسودہ کمیٹی اس دفعہ کے مسودہ میں یہ گنجائش رکھے گی کہ ہنگامی حالت میں کراچی کے علاوہ کوئی دوسرا مقام دار الحکومت کے لئے تجویز کیا جا سکے گا

حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی کی صحت کے متعلق تازہ اطلاع

احباب حضرت میاں صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے دعائیں جاری رکھیں

لاہور ۲۰ جولائی (بوقت نو بجے شب) حضرت مرزا بشیر احمد صاحب مد ظلہ العالی کی صحت کے متعلق حسب ذیل اطلاع موصول ہوئی ہے۔

آج حضرت میاں صاحب کی عام طبیعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہتر ہے بلڈ پریشر بھی اعتدال پر آ رہا ہے۔ البتہ نقرس کی تکلیف ابھی بدستور ہے اور گھٹنوں میں بھی درد کی شکایت ہے۔ شام کو کچھ بخار بھی ہو جاتا ہے۔

احباب حضرت میاں صاحب کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کی صحت

ناصر آباد ۱۸ جولائی (بذریعہ ڈاک) مکرم پرائیویٹ سیکرٹری صاحب مطلع فرماتے ہیں کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت بفضلہ تعالیٰ اچھی ہے۔

احباب اپنے پیارے امام کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درد دل سے دعائیں جاری رکھیں۔

سندھ میں عنقریب شراب نوشی ممنوع قرار دے دی جائیگی

کراچی ۲۰ جولائی۔ سندھ میں عنقریب شراب نوشی ممنوع قرار دے دی جائے گی۔ سندھ کے آبکاری کے وزیر مسٹر نجم الدین لغاری نے اس کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ اس فیصلہ کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا جا رہا ہے۔ اور اس پر عنقریب عمل در آمد شروع کر دیا جائے گا۔ آپ نے کہا کہ صوبائی اسمبلی میں حکومت نے شراب نوشی ممنوع قرار دینے کے سلسلہ میں جو وعدہ کیا تھا وہ اسے ہر حال میں پورا کرے گی۔

ویٹ نام میں سمجھوتہ کرانے کے لئے جنیوا میں سمجھوتہ ہو گیا

جنیوا ۲۰ جولائی۔ آج جنیوا میں ویٹ نام میں انتخابات کرانے کے لئے سمجھوتہ ہو گیا۔ سمجھوتہ کے مطابق ۲۰ جولائی ۱۹۵۶ء سے پہلے پہلے انتخابات کرائے جائیں گے۔ ۲۰ جولائی ۱۹۵۵ء سے متعلقہ فریقوں میں بات چیت شروع ہو جائے گی۔ ان انتخابات کا انتظام ویٹ نام اور ویٹ منہ کریں گے ادھر ہند چینی ہائی تونگ اور سائیگاں میں سخت حفاظتی تدابیر اختیار کر لی گئی ہیں۔ ان تدابیر کی ضرورت اس لئے پیش آئی۔ کہ اگر لڑائی بند کرنے کے تصفیہ کے بعد ان شہروں میں کوئی گڑبڑ ہو۔ تو اسے دور کیا جا سکے گا۔

کپڑے کی پیداوار بڑھانے کے لئے بنیادی سکیمیں

کراچی ۲۰ جولائی۔ پاکستان میں کپڑے کے کارخانوں میں مال کی تیاری اور آمدنی بڑھانے کے لئے بعض اور بنیادی سکیموں پر عمل کیا جائے گا۔ پاکستان نے اس غرض کے لئے مزدوروں کے بین الاقوامی ادارہ سے درخواست کی ہے۔ کہ وہ دو ماہر پاکستان بھیجے۔ شروع میں یہ ماہر کراچی کے کپڑے کے کارخانوں میں کام کریں گے۔ بعد میں انہیں ملک کے دوسرے کارخانوں میں بھیجا جائے گا

روزنامہ الفضل لاہور
مورخہ ۲۱ وفا ۱۳۳۳ہش

طلباء کو وظائف

حکومت نے ایف اے بی پاس ہونے والے طلباء کو بلحاظ قابلیت کے وظائف دینے کی جو نئی سکیم بنائی ہے جس سے زیادہ سے زیادہ طلباء کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے واقعی ایک قابل تعریف و تحسین اقدام ہے۔ یہ سکیم اس لحاظ سے بھی قابل قدر ہے۔ کہ وظائف کی رقم محض برائے نام نہیں۔ بلکہ ایسی ہے۔ کہ غریب مگر لائق طلباء کے لئے غنیمت سمجھی جائیگی۔ اور اس سے نہ صرف طلباء کو انفرادی فائدہ ہوگا۔ بلکہ قوم کو بھی ہونہار تعلیم یافتگان کی تعداد بڑھنے سے فائدہ پہنچے گا۔

اس سے پہلے اول تو وظائف بہت کم تعداد میں دیئے جاتے تھے۔ اور جو دیئے جاتے تھے۔ وہ بھی مستحق طلباء کو خود کفیل نہیں بنا سکتے تھے۔ اور اکثر ایسا ہوتا تھا۔ کہ بعض طلباء باوجود وظیفہ حاصل کرنے کے غربت کی وجہ سے تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے تھے اور اپنا پیٹ پالنے کے لئے انہیں ملازمت یا اور کسی کام کو اختیار کرنا پڑتا تھا۔ کیونکہ وظیفہ کی رقم اتنی کم ہوتی تھی۔ کہ جو خود اس کے لئے آئندہ تعلیم کے اخراجات پورے کرنا تو کجا کالج کے واجبات بھی ادا کرنے کے لئے ناکافی ہوتی تھی۔ مگر نئی سکیم کے مطابق جو رقم دی جائیگی۔ وہ بہت حد تک نادار مگر محنتی اور ہوشیار طلباء کے لئے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے میں بڑی حد تک ممد و معاون ثابت ہوگی۔

تعلیم ایسی چیز ہے۔ جس کو کوئی حکومت نظرانداز نہیں کر سکتی۔ اور آج کل جبکہ دنیا ہر کام میں ترقی کر رہی ہے۔ کوئی کام نہیں جس میں تعلیم یافتہ ہونے کی ضرورت نہ ہو۔ بے شک عام کاموں کے لئے تو ابتدائی تعلیم جو کسی خاص مقصد کے پیش نظر دی جائے کافی ہے۔ لیکن بغیر اعلیٰ تعلیم کے اکثر قومی کام آج چل نہیں سکتے۔ اور کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ جس میں ایک کافی تعداد اعلیٰ تعلیم یافتگان کی نہ ہو۔ مگر اعلیٰ تعلیم کے اخراجات اتنے بڑھ گئے ہیں۔ کہ یہ چیز بھی صرف سرمایہ داروں کا اجارہ بنتی چلی جاتی ہے۔

یہ کہنا تو درست نہیں ہے۔ کہ دولتمند لڑکے قابل نہیں ہوتے۔ مگر اس میں بھی کوئی شک نہیں ہے۔ کہ ہمارے ملک کی دولت مندی بھی ترقی یافتہ ممالک سے کسی قدر الگ ہے۔ یہاں اکثر سرمایہ دار خود ان پڑھ ہیں۔ اور اس لئے وہ اپنے بچوں کو بھی زیادہ تعلیم دلانے کے قائل نہیں ہوتے اور تھوڑی سی تعلیم دلا کر۔ انہیں خاندانی کام میں لگا دیتے ہیں۔ اور بچے بھی تعلیم حاصل کرنا ضروری خیال نہیں کرتے۔ دوسری طرف تعلیم کے اخراجات اتنے بڑھ چکے ہیں۔ کہ سرمایہ داروں کے سوا جیسا کہ ہم نے اوپر کہا ہے۔ اپنے لڑکوں کو اعلیٰ تعلیم دلوانا مشکل ہوگیا ہے۔ اس طرح تعلیمی لحاظ سے ملک و قوم کو دوہرا نقصان پہنچتا ہے۔ لائق غریب لڑکے تو ویسے ہی تعلیم جاری نہیں رکھ سکتے۔ اور سرمایہ داروں کے بچے خواہ لائق ہی کیوں نہ ہوں۔ دوسرے فائدہ مند کاموں میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

پہلے زمانے میں تعلیم پر خرچ کا کوئی سوال ہی نہیں ہوتا تھا۔ ہر شخص جو پڑھنے کا شوق رکھتا تھا۔ مسجدوں اور مکتبوں میں مفت تعلیم حاصل کر سکتا تھا۔ اگرچہ وہ زمانہ اب نہیں رہا۔ مگر اب بھی بعض ممالک میں تعلیم کے حصول کے لئے بڑی بڑی سہولتیں پیدا کی گئی ہیں۔ اور ہونہار طلباء کو سٹیٹ بڑے بڑے وظائف دیکر اعلیٰ تعلیم دلواتی ہیں۔ تاکہ ملک و قوم کا معیار ذہانت بلند سے بلند تر ہوتا چلا جائے۔

ہمیں تو توقع ہے کہ نئی سکیم کے مطابق جو وظائف دیئے گئے ہیں۔ اس سے مستحق طلباء فائدہ اٹھائیں گے۔ اس ضمن میں حکومت کو اس بات کا خیال بھی کرنا ضروری ہے۔ کہ یہ درست ہے۔ کہ یہ وظائف محنتی اور ہونہار طلباء کو قابلیت کی بناء پر دیئے جائیں گے مگر ان طلباء میں جو قابلیت کے لحاظ سے وظیفہ پانے کے مستحق ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوں گے۔ جو اپنے اخراجات بافراغت خود برداشت کر سکتے ہیں۔ ایسے طلباء کو قابلیت کا سرٹیفکیٹ دیا جائے۔ اور وظیفوں کا فائدہ جہاں تک ہو سکے۔ درمیانہ اور غریب طبقہ کے طلباء کو پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ بلکہ چاہیئے۔ کہ جن طلباء کے والدین امیر ہیں۔ اور آسانی سے انہیں تعلیم دلوا سکتے ہوں۔ وہ خود اپنی رضامندی سے وظیفہ لینے سے انکار کردیں اور غریب مگر لائق طلباء کو ان سے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانے کا موقع دیں۔

"ایک سوئس اخبار کی تنقید سوئٹزرلینڈ کے احمدیہ مشن پر"

سوئٹزرلینڈ کا ایک اخبار "Bundner Tagblatt" chur اپنی ۱۲ جون کی اشاعت میں "اسلام کا ہلالی نشان" کے زیر عنوان رقمطراز ہے:-

"سوئٹزرلینڈ میں اسلام پھیلانے کی غرض سے زیورچ میں ایک تبلیغی مشن قائم ہے۔ اس مشن کے انچارج مسٹر ناصر احمد اپنے فرائض کا پورا پورا احساس رکھنے والے نوجوان ہیں۔ وہ "الاسلام" (Der Islam) نامی ایک رسالہ شائع کرتے ہیں جو گذشتہ چھ سال سے نکل رہا ہے۔ دیگر تبلیغی سرگرمیوں میں لیکچرز کے سلسلہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ مذکورہ رسالے میں ان کے تین لیکچروں کا ذکر نظر سے گذرا۔ جو انہوں نے صرف ماہ اپریل میں ہی شاف ہوسن (Schaffhausen) زیورچ اور ونٹر تھر (Winterthur) کے مقامات پر دیئے تھے۔ شاف ہوسن میں انہوں نے Railway اور Good Templers کے Workers Total Abstainers ایک اجتماع سے خطاب کیا۔ ونٹر تھر میں انہیں نوجوانوں کی ایک انجمن نے مدعو کیا تھا۔ وہاں جس جلسے میں انہوں نے تقریر کی۔ اس میں بعض پروٹسٹنٹ پادری بھی موجود تھے۔ جلسہ نہایت دوستانہ ماحول میں ہوا۔ اس موقع کو غنیمت جانتے ہوئے وہاں نوجوانوں میں کافی تعداد میں اسلام کا تبلیغی لٹریچر بھی تقسیم کیا گیا۔

"اگر ہم یہ باور کریں۔ کہ اسلام کے اس مشن کا قیام ایک فرد واحد کی ذاتی کوششوں کا نتیجہ نہیں ہے۔ تو ہم اپنے اس قیاس میں غلطی پر نہیں ہو سکتے۔ معلوم یہی ہوتا ہے۔ کہ یہاں اور اسی طرح دوسرے ممالک میں ایسے تبلیغی مراکز کے قیام کا منصوبہ اور انہیں کامیابی سے چلانے کا کام مسلمانوں کی بڑی بڑی تنظیموں کے سپرد ہے۔ جنہوں نے سارے یورپ کو مسلمان بنانے کا تہیہ کیا ہوا ہے۔ اس میں شک نہیں۔ کہ تبلیغ اسلام کا یہ سلسلہ ابھی اپنے اندر اتنی وسعت نہیں رکھتا۔ کہ اس کے مقابلے کے لئے کوئی بڑی بھاری یا ملک گیر مہم چلانی پڑے تاہم موجودہ صورت حال ہمیں اس خیال پر مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم یورپی نقطۂ نگاہ سے اپنے اپنے ضمیر کو ٹٹولیں۔

بارہ سو سال قبل اسلام نے تلوار کے زور سے یورپ کو فتح کرنے کی کوشش کی تھی۔ ۷۳۲ء میں پوئیٹرز (Poitiers) کے قریب ایک خونریز جنگ میں چارلس مارٹل آخری لمحے مسلمانوں کو پسپا کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ آٹھ سو سال بعد انہوں نے ایک اور سمت سے حملہ آور ہونے کی کوشش کی۔ اس وقت بھی (۱۵۵۶ء سے ۱۶۸۶ء تک) دی آنا میں اور ۱۵۷۱ء میں لیپانٹو Lepanto میں ترکوں کے حملے ناکام بنادیئے گئے۔ یورپ کا اس طرح مسلمانوں سے بار بار نجات پانا اس لئے ممکن ہوا۔ کہ اس وقت مغرب عیسائی مذہب اور ثقافت کی بدولت جذبۂ ایمان سے سرشار تھا۔ جس کی وجہ سے اہل مغرب مذہبی اعتبار سے ایک مضبوط اساس پر قائم تھے۔ جس نے انہیں خود حفاظتی کے شدید احساس کے باعث فاتحانہ عزم سے لبریز کر رکھا تھا۔

آج اسلام وہی کام بہت اطمینان اور سلامت روی سے انجام دے رہا ہے۔ اس کا نظریہ یہ ہے۔ کہ مغربی ثقافت میں عیسائیت کا عنصر اس قدر بے حقیقت رہ گیا ہے۔ کہ اب اسلام کی نگاہ میں مذہبی بنیادوں پر شدید مخاصمت کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہی۔ پہلے کی طرح اب اسلام کو بڑے بڑے لشکر بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ اس کے نزدیک اب چند مبلغین ہی بھیج دینے کافی ہیں۔

قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا اسلام ایسا کرنے میں واقعی حق بجانب ہے؟ دراصل پہلے جب مسلمان یورپ کا رخ کرتے تھے تو انہیں دفاع اور خود حفاظتی کے ناقابل تسخیر عزم سے دوچار ہونا پڑتا تھا۔ لیکن اب مبلغین اسلام جب یہاں آتے ہیں۔ تو لیکچر دینے کی دوستانہ دعوتوں کے ساتھ ان کا استقبال کیا جاتا ہے۔ اس بات کا بھی امکان ہے۔ کہ بعض دوسرے حلقوں میں انہیں "کامل دوستانہ ماحول" میسر آجائے۔ اور وہ مشتاق سامعین کے روبرو اللہ۔ محمدؐ۔ قرآن۔ اسلامی ہلال۔ موذن کی صدا۔ منارے اور حرم وغیرہ کی جی بھر کر تبلیغ کریں۔ اپنا تبلیغی لٹریچر بھیجیں۔ اور شائقین انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں۔

چند سال قبل مشہور و معروف کتاب "Secret of the monk" کے مصنف والٹرنگ نے لکھا تھا:-

"تقریباً دو ہزار سال بعد مغرب نے اب عیسائیت کو خیرباد کہنا شروع کر دیا ہے۔ اور اس طرح وہ اپنے آپ کو ایک قریب کے مشرقی جزیرہ نما کی پوزیشن میں لا رہا ہے۔"

بے شک اسے مبالغہ آمیز مایوسی پر محمول کیا جاسکتا ہے۔ لیکن اگر نوبت اس حد تک نہ بھی پہنچے۔ تو بھی ہ سوئٹزرلینڈ کے ان لوگوں کو جو اسلام میں داخل ہوں گے۔ قصوروار نہیں ٹھیرایا جاسکے گا۔"

خطبہ جمعہ

اللہ تعالیٰ ایک قیمتی خزانہ ہے اسے حاصل کرنا ہی مذہب کی اصل غرض ہے

یہ ہم پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ آپ نے اس خزانہ کا ہمیں پتہ دیا اور پھر بتایا کہ یہ کس طرح حاصل ہو سکتا ہے

(از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ فرمودہ ۷ رجولائی ۱۹۲۲ء)

(منقول از الفضل ۱۳ رجولائی ۲۲ء)

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

دنیا میں مختلف مذاہب نظر آتے ہیں۔ بڑے بڑے مذاہب چار پانچ سمجھو۔ لیکن اصل بات یہ ہے۔ کہ ہزاروں مذاہب دنیا میں پائے جاتے ہیں۔ مثلاً ہم میں سے جو لوگ ناواقف ہیں۔ وہ ہندو مذہب کو ایک مذہب قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ وہ ایک نہیں ہے۔ ہندو مذہب کے معنے یہ ہیں۔ کہ ہندوستان میں پیدا ہونے والے مذاہب میں سے کوئی ایک مذہب۔ اور ہندوستان میں سینکڑوں مذاہب پائے جاتے ہیں۔ وہ سب ایک مذہب کی شاخیں نہیں بلکہ مستقل مذاہب ہیں۔ جن کے عقائد۔ عبادات اور کتب بالکل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بے شک ایسے بھی ہیں۔ جو ویدوں کو خدا کا کلام مانتے ہیں۔ اور ہم بھی مانتے ہیں۔ کہ وید خدا کا کلام تھے۔ لیکن ایسے بھی ہیں جو وید کے مقابلہ میں اور کتاب کو مانتے ہیں۔ کئی ہیں جو ویدوں کو نہیں مانتے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں۔ کہ ان کے لئے ہدایت نامے اور ہیں۔ جن کو وہ مانتے اور ان کی اتباع کرتے ہیں۔ چین میں بھی مذاہب ہیں۔ جاپان میں بھی ہیں۔ اور افریقہ میں بھی سینکڑوں مذاہب ہیں۔ جن میں خدا کے نام الگ۔ عبادت کے طریق الگ الگ ہیں۔ خواہ وہ کتنے ہی ادنیٰ خیال کے ہوں۔ مگر ان کا وجود ضرور ہے۔

یورپ اور امریکہ میں بھی مذاہب کی کثرت ہے۔ عیسائیت مختلف مذاہب کا مجموعہ ہے۔ مثلاً یہ دو مختلف باتیں ایک مذہب میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ ایک گروہ کہتا ہے۔ کہ مسیحؑ انسان ہے۔ اور دوسرا کہتا ہے۔ کہ نہیں وہ خدا ہے۔ لیکن یہ دونوں عیسائی کہلاتے ہیں۔ ایک وہ ہیں جو تورات کی شریعت کے پابند ہیں۔ اور ایک وہ ہیں۔ جو شریعت کو لعنت قرار دیتے ہیں۔ یہ دو مختلف مذاہب ہیں۔ مگر نام ان کا عیسائی ہے۔ تو دنیا میں ہزاروں مذاہب ہیں۔ یورپ والوں نے ایک کتاب انسائیکلوپیڈیا آف ریلیجنز لکھی ہے۔ جس میں انہوں نے ہزاروں ہی مذاہب گنوائے ہیں۔

اہل مذاہب کی آپس میں جنگ

ان مذاہب میں اتنا اختلاف ہے۔ کہ ایک مذہب کے لوگ دوسرے مذہب کے لوگوں کی ترقی کو پسند نہیں کرتے۔ مسلمان ہندوؤں کو ترقی کرتا نہیں دیکھ سکتے۔ اور ہندو مسلمانوں کی ترقی نہیں چاہتے۔ عیسائی یہود کے دشمن ہیں۔ یہود عیسائیوں کے بدخواہ۔ اور یہ حالت ہے۔ کہ اگر بس چلے۔ تو ایک دوسرے کو کھا جائیں۔ اور اگر موقع ہو۔ تو زبردستی لوگوں کو اپنے مذہب میں داخل کر لیں۔ یا ان کو قتل کر ڈالیں۔ چھوٹے چھوٹے اختلاف پر لوگ پھونک ڈالتے ہیں۔ یورپ اور امریکہ میں اس اختلاف نے یہاں تک ترقی کی ہے۔ کہ امریکہ والے رنگ کی وجہ سے قتل کر ڈالتے ہیں۔ پچھلے سال اخبارات میں شائع ہوا تھا۔ کہ ایک حبشی لڑکا اس سڑک پر سے گزرا جو سفید امریکنوں کے لئے مخصوص تھی۔ اس پر بہت سے مہذب کہلانے والے امریکن پتھر لے کر جمع ہو گئے اور اس پر پتھراؤ کیا۔ مجھ کو یاد نہیں رہا۔ کہ انہوں نے اس کو قتل کر ڈالا۔ یا قریب المرگ کر دیا۔ یورپ میں ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا۔ کہ لوگ اس لئے زندہ جلا ڈالے جاتے تھے۔ کہ وہ فلاں فرقے سے تعلق رکھتے ہیں۔

اختلاف مذاہب کا باعث

یہ اختلاف کیوں ہے۔ آپس میں اس قدر مخالفت کیوں ہے۔ اگر کوئی فرق نہیں۔ تو لڑائی کیوں ہوتی ہے۔ لوگوں کو غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ کیوں چاہتے ہیں۔ کہ لوگ ان میں ملیں۔ ان کی یہ خواہش کیوں ہے۔ کہ لوگ اپنے تمام رشتہ داروں قریبیوں کو چھوڑ دیں۔ مسلمان غور کریں۔ کہ وہ جو کہتے ہیں۔ کہ ان کے پاس ایک قیمتی چیز ہے۔ اگر لوگ اس کو قبول نہیں کریں گے۔ تو ہلاک ہوں گے وہ کیا ہے۔ اگر مسلمان کہتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے۔ تو یہودی بھی کہتے ہیں۔ کہ خدا ایک ہے۔ سکھ بھی مانتے ہیں کہ خدا ایک ہے۔ عیسائیوں میں بھی اس قسم کے فرقے ہیں۔ جو خدا کو ایک مانتے ہیں۔ اور آریہ سماجی بھی خدا کو ایک تسلیم کرتے ہیں۔ اگر خدا کا خالی ایک ماننا ہی بڑی چیز ہے۔ اور اسی کے لئے لوگوں کو اسلام کے لئے سب کچھ چھوڑ دینا چاہیئے۔ تو مسلمان اس عقیدے میں اکیلے نہیں بلکہ میں نے بتایا ہے۔ کہ اور بھی فرقے ہیں۔ جن کا یہ اعتقاد ہے۔ اور اگر مسلمان کہیں۔ کہ ہم رسول کریمؐ کو مانتے ہیں۔ تو رسول کریمؐ تو ایک آدمی تھے۔ یہ تو بالکل بے وقوفی کی بات ہوگی۔ کہ کوئی شخص کہے۔ کہ ہم اسلام کو تو سمجھے نہیں۔ صرف محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خاطر مانتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں آپؐ کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ انما انا بشر مثلکم میں تمہارے جیسا آدمی ہوں۔ محض لعنت محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ایمان لانا ایسی چیز نہیں تھی۔ کہ اس کے لئے سب کچھ چھوڑ دیا جائے۔ اگر کہا جائے۔ کہ اسلام میں عبادتیں ہیں۔ تو دوسرے مذاہب میں بھی عبادتیں ہیں۔ بلکہ زیادہ ہیں۔ اور سخت ہیں۔ لوگ سردی میں پانی میں رہتے ہیں۔ اور گرمی میں آگ کے الاؤ پر بیٹھتے ہیں۔ اور مسلمانوں سے زیادہ دکھ اٹھاتے ہیں۔ پھر اگر خالی روزہ رکھنا ہی ایسا ہے۔ کہ دوسرے بھی مانیں۔ تو دوسرے بھی ہیں۔ جو فاقے کرتے ہیں۔ اگر یہ تمام چیزیں اپنی ظاہری شکل کے لحاظ سے اس قابل ہیں۔ کہ ان کی وجہ سے کوئی شخص اپنا مذہب چھوڑ کر اسلام قبول کرے۔ تو یہ چیزیں اس طرح ان کے پاس بھی ہیں۔ عقائد ان کے بھی ہیں۔ اعمال ان کے بھی ہیں۔ پھر وجہ فساد کیا ہے۔ لڑائی تو خزانے کے لئے ہوا کرتی ہے۔ مذہب کے لئے جو لڑائی ہوتی ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ مذاہب کے پاس کوئی قیمتی چیز اور خزانہ ہے۔ مذاہب کی لڑائی کسی نبی کے محض ماننے یا نہ ماننے کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ اصل مذاہب کی لڑائی یہ ہے۔ کہ خدا ہمارا ہے۔ خدا ایک خزانہ ہے۔ جو ختم نہیں ہوتا۔ انسان جس قدر اس کا قرب اور اس کی رضا چاہنے کی کوشش کرے۔ اس کو کرنا چاہیئے۔ بندے پر اس کے احسانات ختم نہیں ہوتے۔ ہر ایک مذہب کہتا ہے۔ کہ خدا ہمارا ہے۔ اسی پر لڑائی ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی چیز لڑائی والی نہیں۔

آنحضرتؐ کا ہم پر احسان اور ہمارا آپؐ کی ذات پر فخر

محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر ہمیں فخر ہے۔ تو اس لئے کہ آپؐ نے ہمیں اس خزانہ کا پتہ دیا۔ اور وہ ذریعہ بتایا کہ وہ خزانہ تمہیں اس طرح مل سکتا ہے اگر ہم نے وہ خزانہ حاصل نہیں کیا۔ تو پھر یہ جھگڑا فضول ہے۔ کیا کوئی دانا اس موتی پر کبھی لڑے گا۔ جو سمندر کی تہ میں ہو۔ وہ موتی ہمارا ہے نہ کسی اور کا۔ وہ تو دونوں کے قبضہ سے باہر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ موتی ہمیں دیا۔ اگر ہم اس موتی کو حاصل نہ کریں۔ اور دنیا سے لڑیں۔ تو ہماری حالت کچھ اچھی نہیں۔ خزانہ کا دروازہ بند تھا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پہلے اس کا راستہ بتایا۔ اور پھر دروازہ کھول دیا۔

اگر خدا نہ ملا تو جنگ فضول ہے

لیکن اگر ہم اس خزانہ کو نہیں لیتے۔ تو ہمارے خالی دعوے سے کچھ نہیں ہوتا۔ تمام دنیا کے مذاہب کہتے ہیں۔ کہ خدا ان کے ذریعہ ملتا ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے۔ کہ خدا اسلام کے ذریعہ ملتا ہے۔ ہندو کہتے ہیں۔ خدا ان کے ذریعہ ملتا ہے۔ اور عیسائی کہتے ہیں۔ خدا عیسائیت کے ذریعہ ملتا ہے۔ اور سکھ کہتے ہیں کہ خدا سکھ مذہب کے ذریعہ ملتا ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ خدا اسلام کے ذریعہ ملتا ہے۔ اگر باوجود اس کے پھر بھی ہماری حالت میں کوئی تغیر نہیں۔ اور ہمیں خدا نہیں ملا۔ تو کیا یہ خوشی کی بات ہے۔ اصل خوشی تو اس میں ہے۔ کہ خدا مل جائے۔ اس لئے مومن کا یہ کام ہے۔ کہ وہ اس کوشش میں لگا رہے۔ کہ اس کو خدا مل جائے۔ مومن میں اور دوسروں میں یہی فرق ہوتا ہے۔ کہ مومن پر خدا ظاہر ہو جاتا ہے۔ اور دوسرے دعویٰ ہی کرتے رہتے ہیں۔

اس زمانہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ خدا ظاہر ہوا۔ آپ نے پتہ دیا۔ اور اس خزانہ کا دروازہ کھول دیا۔ لیکن یہ کوئی خوشی کی بات نہیں۔ کہ خدا کا ہمیں پتہ لگ گیا۔ بلکہ اصل خوشی اس میں ہے۔ کہ خدا مل جائے۔ اگر دروازے بند ہوں۔ اور کسی شخص کو خزانہ نہ ملے۔ تب بھی وہ محروم ہے۔ اور اگر کھلے ہوں اور وہ نہ لے۔ تب بھی محروم۔ اگر کوئی شخص پیاسا ہو۔ اور اس کو پانی نہ ملے۔ تو وہ تشنہ ہے۔ اور اگر پانی موجود ہو۔ اور وہ نہ پیئے۔ تب بھی پیاسا ہی ہے۔ اور اس کی پیاس میں کچھ بھی کمی نہیں آتی۔ دونوں کی تکلیف یکساں ہے۔ پس اسی طرح جس شخص کو خدا نہیں ملتا۔ اس کے لئے خوش ہونے کا مقام نہیں۔ لیکن جس کے لئے دروازے کھلے ہیں۔ اور جس کو پتہ ہے۔ کہ خدا یوں مل سکتا ہے۔ اور وہ نہیں ملتا۔ تو اس کی بھی وہی حالت ہے۔

خدا یابی کا گر سورۂ فاتحہ میں

سورۂ فاتحہ میں اسی طرف توجہ دلائی ہے۔ کہ خدا کس طرح مل سکتا ہے دین کے قبول کرنے سے مقصد خدا ہے۔ اسی کے لئے کوشش ہونی چاہیئے۔ اسلام نے وہ طریق بتا دیا۔ کہ اس ذریعہ سے خدا مل سکتا ہے۔ اسلامی نماز کی بڑائی اس کی تکلیف کے باعث نہیں بلکہ اس کی خوبی کے سبب ہے۔ صدقہ کی یہ غرض نہیں کہ انسان سے مال دلوانا مقصود ہے۔ بلکہ خدا نے اپنے ملنے کا اسے ذریعہ قرار دیا ہے۔ اگر اسلامی عقائد کو بزرگی اور عظمت حاصل ہے۔ تو اس لئے کہ ان سے خدا مل جاتا ہے۔ اگر اصل غرض کو مدنظر نہ رکھیں۔ جو ان امور سے مقصود ہے۔ تو تمام

کوششیں ضائع ہوں گی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے پہلے تو بتایا کہ خزانہ یہ ہے الحمد للہ رب العالمین الرحمٰن الرحیم۔ مالک یوم الدین پھر اس قیمتی خزانہ اور پھلدار باغ کے حصول کا ذریعہ بتایا وہ یہ کہ نوکر ہو جاؤ۔ تو اس خزانہ اور اس باغ کے اندر جا سکو گے۔ اور اس کے لئے کہا۔ کہ ایاک نعبد کہ اگر خزانہ کو لینا چاہتے ہو تو پہلے غلاموں میں بھرتی ہو جاؤ۔ کیونکہ غلاموں کے لئے آقا کے خزانوں اور باغوں میں جانا منع نہیں۔ اور غلام اور نوکر کو بھی آقا کی چیز کے استعمال کا ایک حد تک حق حاصل ہوتا ہے یہ بھی ایک خرکت ہوتی ہے مگر پھر اس سے اگلا مقام بتایا کہ ایاک نستعین غلام ہونے کے بعد مانگتا ہے۔ گو مانگنا بھی آسان نہیں۔ کیونکہ جو خدمت کرتا اور آقا کو خوش کرتا ہے اسی کو مانگنے کا بھی حق حاصل ہوتا ہے۔ ایک لطیفہ ہے۔ ایک شخص کو اس کی ماں نے کہا کہ جا کر ملازمت کر۔ اور جب تیرا آقا تجھ سے خوش ہوا کرے تو اس سے انعام مانگا کر بیٹے نے پوچھا کہ میں کیونکر سمجھوں کہ آقا خوش ہے ماں نے کہا کہ جب وہ ہنسے تو سمجھ لینا کہ وہ خوش ہے۔ چنانچہ وہ گیا۔ اور ایک جگہ اس کو ملازمت مل گئی۔ ایک دن رات کے وقت بارش ہو رہی تھی۔ آقا نے کہا کہ جاؤ دیکھو کیا اس وقت بارش ہو رہی ہے یا بند ہو گئی ہے۔ ملازم نے کہا کہ ہو رہی ہے۔ آقا نے کہا تجھے کیونکر معلوم ہوا۔ اس نے جواب دیا کہ بلی باہر سے آئی ہے۔ اور میں نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا ہے اس سے معلوم ہوا۔ آقا نے کہا کہ اچھا چراغ بجھاؤ۔ نوکر نے کہا کہ حضور رضائی کپڑا لیں اندھیرا ہو جائے گا۔ آقا نے کہا کہ کواڑ بند کر دو۔ ملازم نے کہا حضور دو کام میں نے کئے ہیں ایک جناب خود کر لیں۔ آقا ہنس پڑا۔ اور اس نے فوراً کھڑے ہو کر کہا حضور انعام دیجئے۔ اس طرح کی خدمت کرنے سے انعام نہیں ملتا۔ بلکہ سچے دل سے اور صحیح معنوں میں خدمت کرنے سے انسان انعام کا مستحق ہوتا ہے۔ اور جو خدمت کرنے کے بعد غلام اور ملازم آرزومند ہوتا ہے کہ اس کو انعام ملے۔

خدا سے خدا کو مانگو

آگے مانگنے کی دو چیزیں ہوتی ہیں۔ ایک مال و دولت اور ایک آقا کی رضامندی۔ عبودیت کے بھی دو درجے ہیں۔ پہلا درجہ تو یہی ہوتا ہے۔ کہ وہ آقا سے مانگتا ہے۔ کہ مجھ کو یہ چیز دیجئے وہ چیز دیجئے۔ اور پھر ترقی کرتا ہے۔ تو اس کی نظر ان چیزوں پر نہیں پڑتی۔ بلکہ خود آقا پر پڑتی ہے۔ اور وہ آقا کا ہاتھ پکڑنا چاہتا ہے۔ وہ اور سب انعامات سے الگ ہو کر عرض کرتا ہے۔ کہ میں تو آپ ہی کو مانگتا ہوں آپ مل جائیں۔

خدا کا قرب

پھر قرب بھی کئی قسم کا ہوتا ہے۔ پیر دبانے والے ملازم کو بھی قرب حاصل ہے۔ مگر جو وزیر کو قرب حاصل ہے۔ وہ بہت اعلیٰ درجہ کا ہوتا ہے۔ پہلے اگر اس کی یہ خواہش ہوتی ہے۔ کہ مجھے آپ کا دیدار ہو۔ تو پھر وہ غیر المغضوب علیہم والضالین کے مقام پر کھڑا ہو جاتا ہے۔ اور اس وقت وہ یہ خواہش کرتا ہے۔ کہ اگر آپ نے منہ دکھایا ہے تو چھپائیے مت۔ مل جائیے اور ہمیشہ کے لئے مل جائیے۔ تو اللہ تعالیٰ نے اپنے حصول کا یہ ذریعہ بتایا ہے۔

دیندار دنیادار اور دنیادار دنیادار

یہ چیز ہے جس کے لئے مسلمان کوشش کرتا ہے۔ اور اس وقت اس کی حالت یہ ہوتی ہے کہ

دست در کار دل بایار

جو لوگ دنیا کا کام دنیا کے لئے کرتے ہیں۔ وہ پھسل جاتے ہیں۔ دیندار دنیادار اور دنیادار دنیادار میں یہ فرق ہے کہ پہلا دنیا کا کام کرتا ہوا بھی خدا سے غافل نہیں ہوتا۔ لیکن دنیادار دنیادار کے کام تمام کے تمام دنیا کے لئے ہوتے ہیں۔ اور وہ خدا کو بھولا ہوا ہوتا ہے۔ دیندار کسی کی امانت واپس کرتا ہے۔ تو کچھ اپنے پاس سے زائد دیتا ہے۔ کہ کہیں اس کا حق میرے ذمہ نہ رہ گیا ہو۔ لیکن دنیادار کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ وہ اس کا حق دبا لے۔ دیندار دوسرے کے حق کو تو کیا دبانے کا خیال کرتا۔ اپنا حق بھی چھوڑنے کو تیار ہو جاتا ہے۔ لیکن دنیادار اپنا حق کہاں چھوڑتا ہے۔ وہ تو دوسرے کے حق پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ بعض لوگ یہ بات زبان سے تو نہیں کہتے کہ وہ دوسرے کا حق دبا لیں مگر ان کے نفس میں یہ خواہش ضرور ہوتی ہے۔ لیکن مومن کا نفس ہر قسم کی خواہشوں سے پاک ہوتا ہے۔ جس شخص کی یہ حالت ہو کہ اس کو تسلی نہ ہو۔ اس کو خدا کا قرب حاصل نہیں

نصیحت

میں اپنے دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں۔ کہ وہ اس بات کی کوشش کریں کہ ان کو خدا مل جائے محض رستہ کا مل جانا کافی نہیں۔ اور اس کے لئے جھگڑا فضول ہے۔ ہاں اگر خدا مل جاتا ہے۔ تو پھر دوسروں سے جھگڑو۔ اور ان کو وہ چیز دو جو ان کے پاس نہیں۔ راستہ ہمیں محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے بتا دیا۔ اور پھر جب وہ گم ہوا تو ہم کو دوبارہ مسیح موعود نے دکھا دیا۔ اب اس کی ضرورت ہے کہ اس رستہ پر چل کر خدا کو حاصل کیا جائے ورنہ اس کے بغیر کوئی خوبی نہیں۔

جامعہ نصرت کا ایف۔ اے کا شاندار نتیجہ

از محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ ڈائریکٹرس جامعہ نصرت

جامعہ نصرت کو کھلے ابھی صرف تین سال کا عرصہ ہوا ہے۔ اور اس سال دوسری دفعہ طالبات ایف۔ اے کے امتحان میں شامل ہوئیں۔ اس سال کالج کی بارہ طالبات ایف۔ اے کے امتحان میں شامل ہوئیں۔ جن میں سے گیارہ خدا تعالیٰ کے فضل سے کامیاب ہوئیں۔ ایک کا نتیجہ بعد میں نکلے گا امید ہے کہ وہ بھی کامیاب ہو جائے گی۔ گویا نتیجہ تقریباً ۹۲ فیصدی رہا۔ پرائیویٹ طور پر چار طالبات شامل ہوئی تھیں۔ جن میں سے تین کامیاب ہوئیں۔

احباب جماعت کو چاہیئے کہ اپنی لڑکیوں کو جامعہ نصرت میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوائیں تا کہ یونیورسٹی کی اعلیٰ تعلیم کے ساتھ اعلیٰ دینی تعلیم عمدہ تربیت اور روحانی ماحول بھی ان کو میسر آسکے۔

تھرڈ ایر کا داخلہ ستمبر میں ہوگا۔ لیکن طالبات اپنی درخواستیں ابھی سے بھجوا سکتی ہیں۔

جلسہ سالانہ ۱۹۵۴ء کی تقاریر کے متعلق ضروری اعلان

امسال بھی حسب دستور سابق جماعت احمدیہ کا جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۵۴ء کے آخری ہفتہ میں منعقد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ گزشتہ سال ۱۹۵۳ء میں جماعت کے فاضل مقررین نے مندرجہ ذیل عنوانات پر تقاریر فرمائی تھیں

(۱) ذکر حبیب (۲) جماعت احمدیہ انڈونیشیا کے حالات (۳) محبت الٰہی کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم (۴) قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں (۵) تربیت کے لحاظ سے ہماری ذمہ واریاں (۶) اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے متعلق پیشگوئیاں (۷) بیرونی ممالک میں جماعت احمدیہ کی اسلامی خدمات (۸) اسلام اور تزکیہ نفس (۹) تجارت کے متعلق اسلامی تعلیم (۱۰) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا پس منظر (۱۱) شان محمد صلے اللہ علیہ وسلم (۱۲) مذہبی آزادی کے متعلق اسلام کا نقطۂ نظر

اس سال کے جلسہ کے لئے اگر کوئی دوست موضوع تقاریر کے متعلق مشورہ دینا چاہیں تو آخر اگست ۱۹۵۴ء تک اپنی تجاویز نظارت ہذا میں بھجوا دیں۔ اس سلسلہ میں یہ امر ملحوظ رکھا جائے کہ مضامین حتی الوسع مندرجہ ذیل مستقل عنوانات کے ماتحت تجویز کئے جائیں۔

(۱) ہستی باری تعالیٰ (۲) فلسفہ احکام شریعت (۳) دیگر مذاہب پر علمی تبصرہ (۴) مسئلہ ختم نبوت (۵) وفات مسیح ناصری علیہ السلام (۶) صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام (۷) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئیاں (۸) مسئلہ خلافت (۹) علم الکلام (۱۰) آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم (۱۱) عقائد احمدیت پر اعتراضات کے جواب (۱۲) جدید تحریکات (۱۳) تبلیغ اسلام و احمدیت (۱۴) جماعت احمدیہ کی تعلیم و تربیت

(ناظر دعوۃ و تبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ ربوہ)

چندہ سالانہ اجتماع ۱۹۵۴ء

جیسا کہ اس سے قبل اعلان کیا جا چکا ہے ہمارا سالانہ اجتماع انشاء اللہ تعالیٰ اکتوبر کے آخر یا نومبر کے شروع میں منعقد ہوگا۔ جس کی معین تاریخوں کا اعلان بعد میں کر دیا جائے گا۔

لیکن اجتماع کے انتظامات کے لئے روپیہ کی ضرورت ہے۔ مثلاً گندم اور دیگر ضروریات کی اجناس ابھی سے اگر خرید لی جائیں۔ تو نسبتاً فائدہ رہے گا۔ اس لئے جملہ مجالس سے درخواست ہے کہ وہ چندہ سالانہ اجتماع مقررہ شرح کے مطابق خدام سے ابھی سے وصول کرنا شروع کر دیں۔ اور وصول شدہ رقم ساتھ ساتھ دفتر مرکزیہ میں ارسال فرماتے رہیں۔ تا منتظمین اپنا کام جاری رکھ سکیں۔ چندہ اجتماع کی شرح حسب ذیل ہے۔ جو ہر خادم سے وصول کرنا ضروری ہے۔ خواہ وہ اجتماع میں شامل ہو یا نہ ہو۔

۷۵ روپے ماہوار تک آمد رکھنے والے ہر خادم سے	ایک روپیہ
۷۶ ،، سے ۱۵۰ ،، ،، ،، ،،	ڈیڑھ روپیہ
۱۵۱ ،، ۲۰۰ ،، ،، ،، ،،	دو روپیہ
۲۰۰ سے زائد آمد رکھنے ،، ،، ،، ،،	ایک روپیہ زائد

ناظم معتمد خدام الاحمدیہ مرکزیہ

کلام النبی صلی اللہ علیہ وسلم

71

دعا کس طرح شروع کی جائے

عن فضیلۃ بن عبید اللہ قال سمع رسول صلے اللہ علیہ وسلم رجلاً یدعو فی صلاتہ ولم یصلی علی النبیّ فقال عجّل ھذا ثم دعاہ فقال اذا صلی احدکم فلیبدأ بتحمید اللہ تعالےٰ والثناء علیہ ثم لیصل علی النبی صلے اللہ علیہ وسلم ثم لید ع بعد ما شاء۔ (ابوداؤد)

ترجمہ :- فضیلہ بن عبید اللہ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دعا کرتے ہوئے سنا۔ اور اس نے نبی کریمؐ پر درود نہ بھیجا۔ آپ نے فرمایا اس شخص نے جلدی کی ہے پھر اسے بلایا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص دعا کرے تو پہلے اللہ کی حمد اور ثنا کرے۔ پھر وہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ اس کے بعد جو چاہے دعا کرے۔

مکتبہ یسّرنا القرآن

دنیا کا بڑے سے بڑا کتب فروش ہر کتاب اپنے سٹاک میں نہیں رکھ سکتا۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس وجہ سے آپ ہر اس کتاب کے متعلق جس کی آپ کو ضرورت ہو ہم سے دریافت نہ فرمائیں۔ جو کتاب ہمارے پاس موجود نہ ہوگی ہم آپ کے لئے دوسری جگہ سے حاصل کرنے کی کوشش کریں گے۔

اپنی ہر قسم کی کتب کی ضرورت کے لئے خواہ وہ سلسلہ کی ہوں یا باہر کی ہوں۔ ہمیشہ ہمیں یاد فرمائیں۔ (وکیل التجارت تحریک جدید ربوہ)

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے

کنری سندھ جلسہ سیرۃ النبی جماعت احمدیہ کنری یکم جولائی کو بعد از نماز مغرب وعشاء منعقد کیا گیا۔ فرائض صدارت جناب مولوی عبد الباقی صاحب پریذیڈنٹ جماعت احمدیہ کنری نے ادا فرمائے۔ جلسہ کی کارروائی تلاوت قرآن پاک سے شروع کی گئی۔ مکرمی ڈاکٹر احمد دین صاحب نے رسول کریم کی دعوے سے قبل زندگی کے حالات نہایت عمدہ پیرایہ میں بیان فرمائے۔ اس کے بعد چوہدری غلام مرتضےٰ صاحب نے آنحضرتؐ کا مقام نبوۃ کے موضوع پر تقریر کی اور اپنے مضمون کو بعض نہایت لطیف فارسی اشعار سے واضح اور روشن کیا اس کے بعد مکرمی چوہدری ولایت محمد صاحب نے حضور علیہ السلام کی نظم "وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا" کا کچھ حصہ سنایا۔ بالآخر مکرمی غلام حسین صاحب ایاز مبلغ نے رسول کریم کے اخلاق حسنہ خصائل حمیدہ اور احادیث جمیلہ کے بعض واقعات بیان کئے۔ آخر میں مکرمی جناب صدر صاحب نے اپنی صدارتی تقریر فرمائی۔ (سیکرٹری تبلیغ جماعت احمدیہ مرکزیہ سندھ)

نصرت آباد سندھ ۳۰ جون ۱۹۵۰ء بعد نماز عشاء جماعت احمدیہ نصرت آباد سندھ کا جلسہ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم منعقد ہوا۔ تلاوت قرآن مجید و نظم خوانی کے بعد سید عبد الرحمٰن شاہ صاحب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرۃ کے متعلق ایک مضمون پڑھ کر سنایا۔ مکرم چوہدری منظور احمد صاحب نے حضرت علامہ میر محمد اسحاق صاحب رضی اللہ عنہ کا ایک مضمون پڑھ کر حاضرین کو مستفیض فرمایا۔ بعدہٗ محترم چوہدری سید احمد صاحب سیکرٹری تعلیم و تربیت نے سرور کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کی ابتدائی زندگی کے حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے بیان فرمایا۔ کہ آپؐ معمولی سے معمولی کام کو بھی عار نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا ہمیں بھی چاہیئے۔ کہ ہم کسی چھوٹے سے چھوٹے کام کو حقیر نہ سمجھیں۔

آخر میں خاکسار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کے دو ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے آپ کی زندگی کے اس پہلو پر روشنی ڈالی کہ آپؐ خدا تعالےٰ پر کامل بھروسہ اور توکل رکھتے تھے۔

ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

راہ سلوک میں قدم رکھنے والے گروہ

"راہ سلوک میں مبارک قدم دو گروہ ہیں۔ ایک دین العجائز والے جو موٹی باتوں پر قدم مارتے ہیں۔ مثلاً احکام شریعت کے پابند ہو گئے اور نجات پا گئے۔ دوسرے وہ جنہوں نے آگے قدم مارا۔ ہرگز نہ تھکے اور چلتے گئے۔ حتیٰ کہ منزلِ مقصود تک پہونچ گئے۔ لیکن نامرد وہ فرقہ ہے، کہ دین العجائز سے تو قدم آگے رکھا۔ لیکن منزلِ سلوک کو طے نہ کیا۔ وہ ضرور دہریہ ہو جاتے ہیں۔ جیسے بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ ہم تو نمازیں بھی پڑھتے رہے چلہ کشیاں بھی کیں۔ لیکن فائدہ کچھ نہ ہوا۔ جیسے ایک شخص منصور مسیح نے بیان کیا۔ کہ اس کی عیسائیت کا باعث یہی تھا۔ کہ وہ مرشدوں کے پاس گیا۔ چلہ کشی کرتا رہا لیکن کچھ فائدہ نہ ہوا۔ تو بدظن ہو کر عیسائی ہو گیا" (ملفوظات)

کیا آپ کا نام انیس سالہ فہرست میں اندراج پاگیا

فرمایا!

(۱) "وصال الٰہی اور خدمت دین کی جدوجہد میں جو تھک گیا وہ تباہ ہو گیا" (الفضل ۱۹۳۷ء)

(۲) "اگر حالات ٹھیک نہیں اور عام حالت کمزور ہو گئی ہے۔ تو دفتر سے پچھلا بقایا معاف کراؤ۔ اور آئندہ حالات کے مطابق وعدہ کرو"

اللہ تعالےٰ کے فضل و کرم سے انیس ۱۹ سالہ فہرست تیار ہو رہی ہے۔ اس کا بڑا حصہ بن چکا ہے اور کچھ حصہ باقی ہے جو بن رہا ہے۔ جن احباب کا انیس ۱۹ سالہ حساب میں سے کچھ بقایا ہے۔ اور وہ جو اپنا حساب دریافت فرماتے ہیں اور ان کے ذمہ بقایا ہو۔ ان کو دفتر سے اطلاع دی جا رہی ہے چاہیئے کہ بقایا دار احباب جلد سے جلد اپنا بقایا ادا کریں تا ان کا نام فہرست انیس ۱۹ سالہ میں جو کتابی صورت میں شائع ہونیوالی ہے درج ہو جائے۔

اگر کوئی دوست ایسے ہیں کہ ان کے حالات تبدیل ہو گئے ہیں۔ اور مالی حالت کمزور ہو گئی ہے تو وہ اپنے بقایا کی معافی لے کر آئندہ معافی والے سالوں میں اپنی موجودہ مالی حالت کے مطابق وعدہ لکھکر دفتر کو اطلاع دیں۔ اور وہ رقم بھی ساتھ ہی یا جو صورت ادائیگی ہے۔ اس سے مطلع فرماویں۔ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پانچ ہزاری فوج کا سپاہی اچھی طرح سمجھ لے کہ انیس سالہ فہرست میں صرف ان کا نام آنا ہے۔ جن کے انیس سال پورے ادا ہیں۔ جن کے ذمہ بقایا ہے یا سال خالی ہیں یا معافی لے کر سال خالی ہو گئے ہیں۔ ان کا نام انیس ۱۹ سالہ فہرست میں نہیں آئیگا۔ پس بقایا دار احباب فوری توجہ فرماویں۔ اور نام اپنا درج فہرست کروالیں۔ اور تسلی بھی کرلیں۔ کہ آیا آپ کا نام درج ہو چکا ہے۔ (وکیل المال تحریک جدید)

قاعدہ یسّرنا القرآن

احباب کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جاتا ہے کہ قاعدہ یسّرنا القرآن کاغذ کی نایابی کی وجہ سے بہت تھوڑی تعداد میں چھپوایا گیا ہے۔ ضرورت مند احباب فوراً مطلوبہ کاپیوں کی تعداد سے اطلاع دے کر ممنون فرمائیں۔

(وکیل التجارت تحریک جدید ربوہ)

...... اس طرح جلسے کا پروگرام قریباً ساڑھے دس بجے شب دعا کے ساتھ ختم ہوا۔ (خاکسار محمد قاسم بنگالی از نصرت آباد سندھ)

جبر

ہم ذیل میں سردار دیوان سنگھ صاحب مفتوں ایڈیٹر ریاست دہلی کا ایک مضمون ہفت روزہ چٹان لاہور کے حوالہ سے شائع کر رہے ہیں۔ اس میں جن میجر شاہ کا ذکر کیا گیا ہے وہ مکرم ڈاکٹر میجر سید حبیب اللہ شاہ صاحب مرحوم و مغفور تھے۔ جو مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ کے چھوٹے بھائی تھے۔

میجر شاہ کی سپرنٹنڈنٹی کے زمانہ میں راقم الحروف بھی لاہور سنٹرل جیل میں قید رہا ہے۔ میجر شاہ کا پورا نام حبیب اللہ شاہ تھا۔ وہ پار سال سیالکوٹ میں انتقال کر گئے۔ آپ فی الحقیقت ایک نیک خصلت اور صاف ضمیر انسان تھے۔

مسٹر چمن لال کو راقم الحروف نے لاہور سنٹرل جیل میں بحالت قید دیکھا جو قیدی اولڈ سنٹرل جیل میں اُن کے مظالم سہہ چکے تھے۔ وہ ان پر فقرے کسا کرتے تھے۔ اور وہ اپنے کئے پر سراپا ندامت تھے۔

اگر کبھی متحدہ جیلوں کی تاریخ لکھی گئی۔ تو اس تاریخ میں ایک دار وغہ جیل جن کا نام غالباً رائے صاحب لالہ رام دتہ مل تھا۔ بہت اہم پوزیشن حاصل کریں گے ان لالہ رام دتہ مل نے قیدیوں کو "ڈسپلن" میں رکھنے کے اعتبار سے جیلوں میں جو مظالم کئے۔ اس کی تاریخ دنیا کے کسی ملک میں نہیں مل سکتی۔ اس زمانہ میں عادی مجرموں کے لئے جیلوں میں لوہے کے پنجرے ہوا کرتے جن میں یہ رات کو بند کر دیئے جاتے۔ یہ پنجرے ساڑھے چھ فٹ لمبے چار فٹ چوڑے اور پانچ فٹ اونچے تھے۔ یہ پنجرے بارک کے اندر ایک لائن میں ہوا کرتے اور جب تمام قیدی ان میں داخل کر دئے جاتے تو ان تمام کو ایک ہی زنجیر سے باندھ کر تالا لگا دیا جاتا جس کا مقصد یہ تھا کہ جب تک تالا کھولنے کے بعد تمام زنجیر کو نہ کھولا جائے۔ کسی ایک پنجرے کا کھلنا ممکن نہ ہو۔ اس پنجرے کے اندر ایک طرف پینے کے لئے پانی کا برتن اور دوسری طرف پاخانہ اور پیشاب کے لئے ایک برتن ہوتا تاکہ رات کو اگر قیدیوں کو پاخانہ پیشاب کی حاجت یا پانی کی ضرورت ہو۔ تو ان کو پنجرے سے نکالنے کی ضرورت پیش نہ آئے۔ راقم الحروف نے یہ پنجرے زنجیروں سمیت جیل میں اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں جب اُس کی عمر سولہ برس کی تھی۔ اور وہ اس جیل میں ملازم تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ان پنجروں کو انسانوں کے لئے زیادہ تکلیف دہ بنانے کے ذمہ دار بھی یہ لالہ رام دتہ مل ہی تھے۔ اور آج جیلوں کی چار دیواری کے اندر جو "چرا سسٹم" (یعنی پہرہ دینے والے کا ہر وقت دیواروں کے ساتھ چکر لگاتے رہنا) موجود ہے۔ یہ بھی ان رام دتہ مل کی ایجاد ہے۔ اور ہمارے ایک دوست کے بیان کے مطابق اس زمانہ میں جب کوئی قیدی زیادہ ہی شرارت کرتا۔ تو لالہ رام دتہ مل کے حکم سے اس قیدی کو جلتے ہوئے تنور (اب جیلوں میں تنور موجود نہیں اب روٹی توے پر پکائی جاتی۔ مگر اُس زمانے میں روٹیاں پکانے کے لئے بڑے بڑے تنور ہوا کرتے تھے) میں ڈال دیا جاتا۔ اور سرکاری کاغذات میں لکھا جاتا کہ قیدی اس تنور میں اتفاق سے گر گیا ہے۔

یہ لالہ رام دتہ مل جب جیل کے محکمہ میں ملازم تھے۔ تو گورنمنٹ نے فیصلہ کیا۔ کہ تعلیم یافتہ لوگوں کو ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل کے عہدہ کے لئے ڈائرکٹ بھرتی کیا جائے۔ اس سے پہلے ہر ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ یعنی داروغہ کو ایک اسسٹنٹ سے ترقی کر کے بیس پچیس برس کے بعد ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر پہنچنا ہوتا تھا۔ گورنمنٹ نے جب ڈائرکٹ ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ بھرتی کرنے کا اعلان کیا اور اس سکیم پر عمل کیا گیا۔ تو پہلے بیچ میں جو نوجوان بھرتی کئے گئے۔ ان میں لالہ رام دتہ مل کے ایک صاحبزادہ مسٹر چمن لال بھی تھے۔ جنہوں نے ایم اے پاس کیا تھا۔ مسٹر چمن لال کے قد کا انسان میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ سات فٹ کے قریب قد، معمولی انسان سے دوگنا بلکہ سہ گنا زیادہ وزن بہت موٹے موٹے ہونٹ اور کان، سر اور جسم کے دوسرے عضو بھی معمولی انسانوں سے دوگنے موٹے اور ہیبت ناک شکل جس سے خوف محسوس ہو۔ مسٹر چمن لال جب بطور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ جیل مقرر ہوئے تو ان کا تقرر سب سے پہلے اولڈ سنٹرل جیل ملتان میں ہوا۔ جہاں اس زمانہ میں سپرنٹنڈنٹ کے عہدہ پر ایک نہائیت ہی نیک دل اور خدا ترس بزرگ میجر شاہ تھے۔ میجر شاہ پیشہ کے لحاظ سے ڈاکٹر تھے۔ اور مذہبی اعتبار سے قادیان کے احمدی اور احمدیوں کے موجودہ خلیفہ کے قریبی رشتہ دار۔ آپ گو ولائیت کے تعلیم یافتہ تھے۔ اور اُن کے گھر پر بھی یورپین بیوی تھیں مگر نیکی، پارسائی، نماز اور روزہ کے اعتبار سے آپ ایک پکے مسلمان تھے۔

مسٹر چمن لال کو ملازم ہوئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا۔ کہ کانگرس کی تحریک شروع ہوئی۔ اور سینکڑوں کی تعداد میں کانگرسی قید ہو کر ملتان جیل میں آ گئے دسمبر کا مہینہ تھا۔ اور سردی اپنے جوبن پر تھی۔ کانگرسی قیدیوں کو جو رضائیاں اوڑھنے کے لئے دی گئیں ان میں ایک تو روئی کم تھی (جس کی وجہ غالباً رضائیاں تیار کرنے والے ٹھیکہ داروں کی کفائیت شعاری رضائیاں تیار کرانے والے بعض افسروں کی بے ایمانی اور بددیانتی تھی) اور دوسرے ان کی لمبائی اور چوڑائی کم تھی۔ جیل کے نیک دل سپرنٹنڈنٹ ڈاکٹر میجر شاہ جب ان کانگرسی قیدیوں کو دیکھنے کے لئے ان کے وارڈ میں گئے۔ تو ایک کانگرسی قیدی نے سپرنٹنڈنٹ سے شکائیت کی کہ جو رضائی اُس کو دی گئی ہے۔ اُس میں روئی کم ہے۔ اور لمبائی میں بھی یہ چھوٹی ہے۔ یہ رضائی رات کو سردی سے اسے محفوظ نہیں رکھ سکتی۔ اس شکائیت کو سن کر سپرنٹنڈنٹ نے ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مسٹر چمن لال کی طرف دیکھا جس کا مطلب یہ تھا۔ کہ روئی اور لمبائی کم کیوں ہے۔ جب میجر شاہ نے مسٹر چمن لال کو اس طرح دیکھا تو مسٹر چمن لال جو خاندانی اعتبار سے انگریزوں کے پرورده تھے۔ فوراً جواب دیا "جناب یہ کانگرسی بدمعاش ہے۔ اور جھوٹی شکائیت کرتا ہے"۔ میجر شاہ نے جب یہ جواب سنا۔ تو انہوں نے اس جواب کو تکلیف کے ساتھ محسوس کیا۔ وہ جانتے تھے۔ کہ کانگرسی کسی اپنی ذاتی اغراض یا جرم کے باعث جیل میں نہیں آئے مگر چونکہ مسٹر چمن لال انگریزوں کے خاندانی گرگے تھے لہٰذا میجر شاہ نے صرف یہ حکم دیا۔ کہ یہ رضائی بدل دی جائے۔ اس کے علاوہ آپ مسٹر چمن لال سے کچھ نہ کہہ سکے۔

مسٹر چمن لال کو اولڈ سنٹرل جیل ملتان میں ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر ہوئے کچھ عرصہ ہی ہوا تھا کہ وہاں سکھ قیدیوں کی دو پارٹیوں میں جھگڑا ہو گیا۔ مسٹر چمن لال بچپن سے ہی اپنے باپ سے جیلوں کے "ڈسپلن ایکشن" کی داستانیں سنتے اور خود اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہوئے تھے۔ آپ نے سکھ قیدیوں کی ان دونوں پارٹیوں کے دو سرکردہ لیڈروں کے لئے حکم دیا۔ کہ ان کو لاٹھیوں سے زدو کوب کر کے ان کو الگ الگ کوٹھڑیوں میں بند کر دیا جائے۔ اور انہیں رات کو اوڑھنے کے لئے کوئی کپڑا نہ دیا جائے۔ چنانچہ آپ کے حکم کے مطابق پہلے تو دونوں پارٹیوں کے دونوں لیڈروں کو لاٹھیوں سے "ٹھکس" کی گئی اور پھر ان کو دو کوٹھڑیوں میں الگ الگ بند کر دیا گیا۔ دسمبر کا مہینہ تھا۔ اور پھر ملتان کی خشک سردی اپنے جوبن پر تھی سوائے پرمیشر کسی نے ان دونوں قیدیوں کی حالت کو نہ دیکھا۔ صبح جب کوٹھڑیوں کے دروازے کھولے گئے۔ تو پتہ چلا۔ کہ دونوں قیدیوں کی کئی کئی جگہ سے لاٹھیوں کے باعث ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں۔ اور ان میں سے ایک قیدی رات کی سردی کے باعث نمونیہ کا شکار ہو کر مر چکا ہے۔

اس موت کی اطلاع صبح ہی میجر شاہ کو ان کی کوٹھی پر پہنچائی گئی۔ وہ فوراً موقع پر پہنچے۔ مسٹر چمن لال نے چاہا کہ اس معاملے کو بھی اسی طرح ہی "ہش اپ" کر دیا جائے۔ جس طرح ان کے باپ قیدیوں کو جلتے تنور

(باقی صفحہ ۸ پر)

جیل - بقیہ صفحہ (۷)

میں ڈاکٹر تھے۔ مگر میجر شاہ نیک دل اور انصاف پسند شخصیت تھے۔ آپ نے مرنے والے قیدی کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے سول سرجن کے پاس سول ہسپتال بھیجا۔ اور انسپکٹر جنرل سول ہاسپٹلز کو واقعہ کے متعلق تفصیلی تار دیا۔ چنانچہ سول سرجن نے پوسٹ مارٹم میں برقرار دیا کہ مقتول کی کئی جگہ سے ہڈیاں ٹوٹی ہوئی ہیں جو ضربات کا نتیجہ ہیں۔ اور انسپکٹر جنرل اگلے روز تحقیقات کے لئے لاہور سے ملتان پہنچے۔ معاملہ پولیس کے سپرد کیا گیا۔ اور پولیس نے انچارج سول ہسپتال جیل کے ملازموں کے علاوہ مسٹر چمن لال کو بھی زیر دفعہ ۳۲۵ تعزیرات ہند (کسی کو لاٹھیوں سے ضرب شدید پہنچانا) گرفتار کر لیا۔ اور مقدمہ عدالت میں گیا۔

اس مقدمہ میں مسٹر چمن لال کو مجسٹریٹ نے دو سال قید سخت کی سزا دی۔ مسٹر چمن لال نے سیشن کورٹ میں اپیل کی۔ تو سیشن جج نے یہ سزا چھ مہینے رہنے دی۔ سیشن جج کے اس فیصلہ کے خلاف مسٹر چمن لال نے ہائیکورٹ میں اپیل کی۔ تو یہ مقدمہ ہائیکورٹ کے چیف جسٹس مسٹر ڈگلس ینگ کے سامنے پیش ہوا۔ مسٹر ڈگلس ینگ نے جب مسل میں تمام واقعات کو پڑھا تو آپ نے محسوس کیا۔ کہ مقتول کے ساتھ جیل میں ظلم ہوا ہے۔ چنانچہ آپ نے اس مقدمہ کا فیصلہ بہت سخت الفاظ میں لکھتے ہوئے پانچ سال قید سخت کی سزا دی۔ اس دفعہ کے مطابق زیادہ سے زیادہ دی جا سکتی تھی۔ اور لکھا کہ اگر ہائی کورٹ کے اختیار میں ہوتا۔ تو آپ دفعہ ۳۲۵ (ضرب شدید کسی کو پہنچانا) کو دفعہ ۳۰۲ (قتل) کی صورت میں بدل کر ملزم کو موت کی سزا دیتے۔ مگر چونکہ ہائیکورٹ قانوناً دفعہ کو تبدیل نہیں کر سکتی۔ اس لئے دفعہ ۳۲۵ کے مطابق زیادہ سے زیادہ یعنی پانچ سال کی سزا دی جاتی ہے۔ چنانچہ مسٹر چمن لال پانچ سال کی سزا کا سرٹیفکیٹ لے کر لاہور سنٹرل جیل میں تشریف لے آئے۔

ایڈیٹر "ریاست" جب لاہور سنٹرل جیل گیا۔ تو مسٹر چمن لال وہاں موجود تھے۔ اور اتفاق کی بات ہے۔ کہ جس سپیشل وارڈ میں یہ رہتے تھے۔ اسی سپیشل وارڈ میں ایڈیٹر "ریاست" کو جگہ دی گئی۔ اور مسٹر چمن لال سے دن رات باتیں کرنے کا اتفاق ہوتا۔ اس زمانہ میں سنٹرل جیل لاہور کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن ڈاکٹر میجر شاہ تھے۔ جو ملتان میں اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مسٹر چمن لال کے افسر تھے۔ یعنی ملتان میں میجر شاہ سپرنٹنڈنٹ تھے۔ اور مسٹر چمن لال ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ اور اب لاہور میں میجر شاہ سپرنٹنڈنٹ اور مسٹر چمن لال قیدی تھے۔

ایک روز سردیوں کا زمانہ تھا۔ اور سردی اپنے جوبن پر تھی۔ میجر شاہ ہمارے سپیشل وارڈ میں قیدیوں کو دیکھنے کے لئے آئے۔ مسٹر چمن لال نے میجر شاہ سے درخواست کی۔ کہ جناب سردی بہت سخت ہے۔ میرا قد لمبا ہے۔ اور جو رضائی دی گئی ہے۔ اس میں روئی کم ہے۔ اور لمبائی چوڑائی بھی کافی نہیں۔ رات کو مجھے سردی بہت محسوس ہوتی ہے۔ نیند نہیں آتی۔ مہربانی فرما کر میرے لئے زیادہ روئی کی لمبی رضائی کا حکم دیا جائے۔ میجر شاہ نے مسٹر چمن لال سے یہ الفاظ سنے۔ تو آپ کو ملتان کے کانگرسی قیدی کی رضائی کا واقعہ یاد آ گیا۔ آپ نے فوراً جواب دیا مسٹر چمن لال تمہیں یاد ہے۔ کہ ملتان اولڈ سنٹرل جیل میں ایک کانگرسی قیدی نے شکایت کی تھی کہ اس کی رضائی میں روئی کم ہے۔ اور لمبائی بھی کم ہونے کے باعث اس کو سردی محسوس ہوتی ہے۔ تو تم نے کہا تھا۔ کہ یہ قیدی بدمعاش ہے اور جھوٹ بولتا ہے۔ میں بھی تمہاری اس درخواست پر کہتا ہوں۔ کہ تم بدمعاش ہو اور جھوٹ بولتے ہو۔ یہ جواب دے کر میجر شاہ آگے چل دیئے اور مسٹر چمن لال کی نگاہیں شرم کے باعث زمین کی طرف جھک گئیں۔

مجھے معلوم نہیں۔ کہ مسٹر چمن لال اب کہاں ہیں۔ چند برس ہوئے۔ ایک روز دفتر "ریاست" میں آئے تھے۔ اور ان کی خواہش تھی۔ کہ ان کو کسی جگہ ملازم رکھوا دیا جائے۔ مگر میں ان کی اس خواہش کو پورا نہ کر سکا۔ کیونکہ آج کل مشرقی پنجاب میں کسی جگہ انٹیلی جنس کے ڈیپارٹمنٹ کا کام کرتے ہیں۔ خدا کرے کہ ان کے گناہ معاف ہوں۔ اور آئندہ زندگی آرام سے گذرے۔

ہندوستان نے نہروں کو ملانے کی تجویز پیش کر کے دنیا کو دھوکہ دینا چاہا ہے

(ادارہ پرسی) کراچی ۲۰ جولائی۔ سابق وزیر اعلیٰ پنجاب ملک فیروز خان نون نے کہا ہے۔ کہ ہندوستان ہمیشہ یہ کہہ کر دنیا کو دھوکہ دینا چاہتا ہے۔ کہ دریائے ستلج کا رخ موڑنے کے اقدام سے پاکستان میں پانی کی جو کمی ہوئی ہے۔ وہ نہروں کے ملانے سے دور ہو سکتی ہے۔ کراچی میں ایک بیان میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ تجویز پیش کر کے ہندوستان نے نہری پانی کے مسئلہ کو الجھانے کی کوشش کی ہے۔ نہروں کو ملانے کی تجویز پاکستان بننے سے پہلے تیار کی گئی تھی۔ تاکہ موجودہ نہروں میں پانی کی جو کمی ہے۔ وہ ان سے پوری کی جا سکے۔ اس وقت ہرگز یہ خیال نہیں تھا کہ جب ہندوستان نہروں کا پانی بند کرے گا۔ تب اس متبادل طریقہ کو استعمال کر کے پانی کی کمی کو دور کیا جا سکے گا۔ ہندوستان نے نہروں کو ملانے کی جو تجویز پیش کی ہے وہ اس مسئلہ کا کوئی حل نہیں ہے۔

مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کا اجلاس

کراچی ۲۰ جولائی۔ آج کراچی میں مسلم لیگ پارلیمنٹری پارٹی کا جلسہ ہوا۔ جس میں نہری پانی کی موجودہ صورت حال پر غور کیا گیا۔ اس اجلاس میں پنجاب و سندھ کے وزراء اعلیٰ وزیر خزانہ مسٹر محمد علی اور خواجہ ناظم الدین بھی شریک ہوئے۔ پارٹی کا اجلاس کل بھی ہوگا۔ جس میں ہیٹ سن کی نئی پالیسی پر بحث کی جائے گی۔

پاکستان اور جاپان کے درمیان تجارتی سمجھوتہ کی بات چیت شروع ہو گئی!

کراچی ۲۰ جولائی۔ آج کراچی میں پاکستان اور جاپان کے درمیان تجارتی سمجھوتہ کی بات چیت شروع ہو گئی۔ پاکستانی وفد کی قیادت وزارت تجارت کے سیکرٹری کر رہے ہیں۔

تونس کے عوام پاکستان کے مشکور رہیں گے!

کراچی ۲۰ جولائی۔ تونس کے قوم پرست لیڈر صالح بن یوسف نے کہا ہے۔ کہ پاکستان کی حکومت اور اس کے عوام نے تونس کے عوام کی جدوجہد آزادی میں جو مدد کی ہے۔ وہ اس کے ہمیشہ مشکور رہیں گے۔ صالح بن یوسف آج رات بذریعہ ہوائی جہاز کراچی سے روانہ ہو گئے۔

جدہ ۲۰ جولائی۔ حاجیوں کا جہاز "رضوانی" جو اس ماہ کی پانچ تاریخ کو ۱۲۷۴ عازمین حج کو لے کر کراچی سے روانہ ہوا تھا۔ بخیر و عافیت جدہ پہنچ گیا۔